مقالہ خصوصی

اہل توحید اور سیاست

تحریر: ابن علی

جو لوگ اہل توحید کو سیاست سے دور رہنے کے مشورے دیتے ہیں وہ دراصل یہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مسائل کے حل کیلئے بدمعاشوں اور بدکردار سیاسی رہنماؤں کے دروازوں پر جا کر عزت و وقار کو داؤ پر لگاتے رہیں، اور ہمیشہ ان کے محتاج رہیں۔ آپ اس نظام میں ملوث ہوں یا نہ ہوں اسے مانیں یا نہ مانیں آپ کے جماعتی اور ذاتی بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کا حل اسی نظام اور اس کے چلانے والوں کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ پھر ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آپ اپنی جماعت کو اس نظام سے بالکل علیحدہ کرلیں اور اپنے مسائل کے حل کیلئے ان لوگوں سے رجوع کرتے رہیں جو اس نظام میں بااختیار مقام رکھتے ہوں خواہ وہ شیعہ یا بریلوی ہوں یا بالکل ہی بے دین اور بدکردار ہوں۔ اسی طرح آپ کے مسائل کے حل میں تاخیر بھی ہوگی کیونکہ جس بندے سے آپ کام کرا رہے ہیں وہ آپ کے کام کو اپنا کام سمجھ کر ہرگز نہیں کر رہا وہ تو آپ پر احسان سمجھ کر یہ کام کر رہا ہے اور دوسری بات یہ کہ اس طرح آپ کو حقارت آمیز رویے کا سامان بھی کرنا پڑسکتا ہے بے عزتی برداشت کرنا ہوگی اور کئی مرتبہ عزت نفس مجروح کرانا پڑے گی اور اگر جماعت کے کام کیلئے آپ گئے ہیں تو پھر جماعت اور مسلک کی بے عزتی اور بے وقعتی کا معاملہ بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی جماعت کو عملی سیاست میں لائیں اس کی سیاسی حیثیت اور اثر و رسوخ میں اضافہ کریں اپنے ہی بندوں کو اس نظام کے بااختیار عہدوں پر پہنچائیں اور پھر ان کے ذریعے اپنی جماعت کے بھی اور اہل جماعت کے ذاتی مسائل بھی حل کرائیں یہ مسائل کے حل کا عزت دارانہ راستہ ہے اور آپ کی جماعت کی تقویت اور طاقت کا سبب بھی ہے آپ غلبہ دین کیلئے قوت و طاقت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس مقصد کیلئے اس نظام سے فائدہ اٹھانا ہوگا۔

سیاسی اثر و رسوخ کے ذریعے اہل جماعت میں تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے کیونکہ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی جماعت سیاسی اثر و رسوخ کی حامل ہے اس لئے کوئی ناجائز طور پر ہمیں دبا نہیں سکتا یا زبردستی کسی مسئلے میں نہیں الجھا سکتا۔

تحفظ کا یہ احساس اہل جماعت میں اعتماد اور جرأت پیدا کر دیتا ہے اور یہ صفات افراد کو ذاتی طور پر بھی اور جماعتی حیثیت میں بھی ایک کارآمد فرد بنا دیتی ہیں۔ ابھی ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت کے لوگوں کو جماعت کے کاز سے کوئی خاص دلچسپی نہیں وہ جماعتی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے رہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ایسی جماعت میں لوگ فعال کردار ادا نہیں کرتے جو اہل

جماعت کے مسائل کے حل میں مددگار نہیں ہوتی اور جس کا معاشرے میں کوئی وقار نہیں ہوتا۔ جماعت کے سیاسی اثر ورسوخ کا یہ فائدہ بھی بڑا اہم ہے کہ اس کے ذریعے اہل جماعت کی جماعت کے ساتھ وابستگی پختہ ہوتی ہے ان کی جماعتی سرگرمیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ فخر کے ساتھ دوسروں کے سامنے اپنا تعارف اپنی جماعت کے حوالے سے کراتے ہیں۔ جماعت کا سیاسی اثر ورسوخ اپنے مسلک کی مساجد اور مدارس کے دفاع کیلئے بھی بڑا اہم ہے۔ کسی مسجد اور مدرسے کے بارے میں علم ہو کہ اس کی پشت پر فلاں سیاسی شخصیت ہے تو اس کی طرف کوئی ٹیڑھی آنکھ سے بھی نہیں دیکھتا۔ آئے دن یہ خبریں سننے کو ملتی رہتی ہیں کہ فلاں مسجد پر یا فلاں مسجد کے پلاٹ پر قبضہ ہو گیا یا فلاں مسجد پر مخالفین نے حملہ کیا ادھر توڑ پھوڑ کی اور تجربات یہ بھی بتاتے ہیں کہ اہل حدیث کی مظلوم ہونے کے باوجود انتظامیہ میں کوئی شنوائی نہیں ہوتی جبکہ مخالف گروپ اپنا سیاسی اثر ورسوخ استعمال کر کے انتظامیہ کو اپنے دباؤ میں لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اگر جماعت کا سیاسی اثر ورسوخ ہو تو اول تو کسی کی جرأت ہی نہ ہو کہ وہ ہماری کسی مسجد یا ادارے کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھیں اور اگر ایسا ہوا بھی تو سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعے کسی بھی سازش کا زیادہ بہتر طور پر مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ مختلف محکموں اور اداروں میں اب سیاسی بنیادوں پر تقرریوں کا رجحان ہے اور معمولی کلرک بھی بغیر کسی سفارش کے نہیں رکھا جاتا اس صورتحال نے بھی سیاسی اثر ورسوخ کی اہمیت بڑھا دی ہے جماعت اور اہل جماعت کے کام کرانے کیلئے ضروری ہے کہ ملی اداروں اور محکموں کی اہم پوسٹوں پر اپنے افراد موجود ہوں پولیس میں بھی ہوں تعلیم اور بلدیہ میں ہوں واپڈا اور ٹیلیفون کے محکموں میں اپنے افراد ہوں جو ان اداروں سے متعلق جماعتی مسائل حل کریں یوں جماعت کی سیاسی حیثیت اور اثر ورسوخ کی ضرورت اس وجہ سے بھی ہے کہ اسے استعمال کر کے اپنے افراد کو محکموں کی اہم پوسٹوں پر پہنچایا جا سکتا ہے۔

دعوت کے کام کو مستحکم اور موثر بنانے کیلئے بھی سیاسی اثر ورسوخ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مساجد ومدارس جو دعوت وتبلیغ کا موثر ذریعہ بنتے ہیں کے قیام کیلئے پلاٹوں کا حصول اور پھر ان کی برقراری سیاسی اثر ورسوخ کے ذریعے زیادہ آسانی سے ممکن ہے علاوہ ازیں نفاذ اسلام کی تیاری کے سلسلے میں آپ اپنی جماعت میں جو جو صلاحیتیں اور خصوصیات بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ جماعت کی سیاسی حیثیت تلے زیادہ جلدی اور زیادہ محفوظ طریقے سے پیدا کی جا سکتی ہیں۔ الغرض جب تک ہم خود اس پوزیشن میں نہیں آجاتے کہ اسلامی نظام حکومت قائم کر سکیں اس وقت تک ہم تیاری کے مرحلے میں ہیں، ایسے میں ہمیں مروجہ نظام کو استعمال کرتے ہوئے اس سے ہر ممکن استفادہ کرنا چاہیے ہمارے ہاں مروجہ نظام ویسے بھی ایک جمہوری نظام ہے جس میں ملک میں موجود ہر کمیونٹی کیلئے کچھ نہ کچھ مراعات اور حقوق موجود ہیں۔ اس لئے اس نظام سے کنارہ کش ہونے کے بجائے اور اپنے مسائل کے حل کیلئے بدمعاشوں اور بدکرداروں کے دروازوں پر دستک دینے کے بجائے عبوری دور کیلئے ہمیں خود اس نظام میں رہ کر اختیارات حاصل کرنا چاہئیں اور اپنے اہل جماعت اور جماعت کے مسائل عزت دارانہ طریقے سے حل کرنے چاہئیں۔

بشکریہ: ہفت روزہ ''حدیبیہ'' کراچی 26 مارچ تا 10 اپریل 2010ء